AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 1, 2020
Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

محدثانہ اصولِ نقدروایات کے مختلف علوم پر اثرات۔ایک تحقیقی مطالعہ

The influences of Hadith based principles of criticism of traditions on various disciplines: a analytical study

***Dr. Habib-ur-Rehman**
****Dr. Mahmood Ahmad**
*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government Post Graduate College, Samanabad, Faisalabad.
*Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujarat, Gujarat

Abstract

Allah Almighty sent his last Prophet Muhammad (S.A.W) towards the illiterate people from them.This Ummah did not only play a significance role in the service and publication of modern knowledge, but also put their intelligence and utmost efforts in the search and compilation of Hadith from the very beginning of Islam. Muslims tried their best for compilation of Hadith along with the Holly Quran because without Hadith the true and exact interpretation of Holly Quran was not possible. Some Orientalists also admit that Muslims also preserved the every aspects of life of the Holly Prophet Muhammad (S.A.W).No Nation can compete with Muslims for such an effort. They could not preserve even their Holly books. This (Uloomul Hadith) is a perfect Science. This is the result of Muhaddithin,s centuries efforts that there are very sophisticated principles to check the authenticity of Traditions. This pattern of research has deep effects upon all other branches of knowledge. In this article the researcher has tried to study the effects of the Principles and Methodology developedby the Muhaddithin on other disciplines of knowledge.

Key Words: Orientalists, Muhaddithin, compilation of Hadith, Principles of Hadith.

حدیث، مستشرقین، اسلام، اصول حدیث، محدثین، اثرات، سند و متن، مفسرین، سیرت نگار، مورخین، منکرین حدیث۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ اس نے ایک نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کو اَن پڑھ لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ لیکن اس امت نے علوم کی خدمت واشاعت اور تکمیل و توسیع کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی وضع وتدوین میں بھی کمال کر دکھایا۔ یوں تو سب علوم علمائے اسلام کی بلند ہمتی اور ذوق جستجو کے شاہد ہیں لیکن بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ

امت مسلمہ نے اپنی سب سے بڑی ذہانت اور محنت جس علم پر صرف کی اور جس میں اس نے علمی تحقیق کا عظیم ترین ثبوت بہم پہنچایا، وہ فن حدیث ہے۔ مسلمانوں نے آغازِ اسلام سے ہی قرآنِ مجید کے ساتھ علم حدیث پر بھی اپنی پوری محنت اور قابلیت صرف کر دی کیونکہ قرآنی احکام کی صحیح اور کامل تفہیم و توضیح اس کے بغیر ناممکن تھی۔

غیر متعصب اہل علم متفق ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بلکہ ہر اس چیز اور شخص کے حالات کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا جس طرح حفاظت کی، وہ انسانی تاریخ کا ایک عجوبہ ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اس حوالے سے مسلمانوں کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ دوسرے علوم اور کتب تو ایک طرف کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت کے لیے ایسا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہو۔

محدثین نے طے کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کسی بھی بات کو چند سخت شرائط پر جانچا جائے گا۔ تاکہ نسبت سچ ثابت ہو اور غلط بات منسوب نہ ہونے پائے۔ اس نسبت کو پانے کے لیے انہوں نے قرائن و اسباب کے ڈھیر لگا دیئے۔ متعدد علوم وضع کئے، روایت حدیث کے لیے قوانین بنائے، جرح و تعدیل کے قواعد مرتب کیے، احادیث کے ظاہری تناقض کو دور کرنے کے لیے اصول وضع کیے اور ان کی حدود قائم کیں۔ یہ پوری ایک سائنس ہے جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا عام انسان کے بس میں نہیں۔ اس کا اندازہ علماء کی شمار کردہ انواع واقسام علوم الحدیث سے کیا جاسکتا ہے۔ متقدمین میں سے حاکم نیشاپوری نے "معرفة علوم الحديث" میں ۵۲، ابن الصلاح نے "مقدمه ابن الصلاح" امام نووی نے "التقريب فی اصول الحديث" اور ابن الملقن نے "المقنع فی علوم الحديث" میں ۶۵ اور سیوطی نے "تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی" میں ۹۳ علوم کا ذکر کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"اعلم ان انواع علوم الحديث كثيرة لا تعد "[1]

"علوم الحدیث کی اقسام بہت زیادہ ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔"

علامہ حازمی کا قول ہے:

"علم الحديث يشمل على انواع كثيرة تبلغ مائة، كل نوع منها علم مستقل، لوانفق الطالب فيه عمره ماادرك نهايته "[2]

"علم الحدیث متعدد اقسام پر مشتمل ہے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے، ان میں سے ہر قسم ایک مستقل علم ہے، اگر طالب علم اس میں اپنی تمام عمر خرچ کر دے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔"

یہ علوم یکایک معرض وجود میں نہیں آ گئے۔ بلکہ ان میں سے متعدد علوم ایک امت کی صدیوں کی جہود شاقہ و مستقلہ کا ثمر ہیں۔اس طرح امت مسلمہ نے وہ کر دکھایا جس کا عشر عشیر بھی دنیا کی کوئی قوم آغاز کائنات سے تا ہنوز نہیں کر سکی اور نہ ہی مستقبل میں اس کے کوئی آثار دکھائی دیتے ہیں۔ چودہ صدیوں کی مسلسل جہود ومساعی کا نتیجہ یہ لازوال قیمتی ورثہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ حدیث نبوی کا یہ زندہ جاوید ذخیرہ ایک طرف محدثین کی تعریف میں رطب اللسان ہے تو دوسری طرف متاخرین کی کوتاہی و سہل پسندی پر شکوہ کناں بھی ہے کہ **{ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ}**[3] میں گھرے ہوئے عہد نامہ قدیم و جدید کے وارث اور ان سے متاثرین اس کی استنادی حیثیت کو مشکوک باور کروانے پر تلے ہوئے ہیں۔

محدثین کی کاوشوں سے معرض وجود میں آنے اور ارتقاء پذیر ہونے والے یہ علوم تمام علوم پر اس طرح فائق تھے کہ کوئی بھی شعبہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

دکتور صبحی صالح لکھتے ہیں:

"اس میں شبہ نہیں کہ کثرت تصانیف کے باعث جس علم میں پختگی اور استحکام پیدا ہوا وہ علم الحدیث یا فقہ الحدیث ہے۔ دیگر علوم خواہ وہ کسی حد تک پختہ ہوں۔ مثلاً علم نحو یا بالکل ناپختہ ہوں جیسے علم التفسیر، حدیث سے متاثر ہوئے تھے۔ البتہ ان کا تاثر قوت وضعف اور عمق و وسعت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ یہ علوم نقد حدیث کے ان پیمانوں سے متاثر ہوئے تھے جو محدثین نے وضع کیے اور جن اصول و قواعد کی انھوں نے بناء ڈالی۔ اگر ایک طرف علم الفقہ، حدیث نبوی کے زیر سایہ پروان چڑھا اور پھر اس کے عظیم کل کا ایک جزو لا یتجزء بن کر رہ گیا تو دوسری طرف علم تفسیر نے بھی بارگاہ حدیث کا رخ کیا اور اس کے دامن عاطفت میں پناہ لی[4]۔"

الغرض دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب میں علم حدیث کا ڈنکا بجنے لگا۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یوں وسیع پیمانے پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ ہم ان اثرات کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(i) مسلم اہل علم پر محدثین کے اثرات (ii) مستشرقین پر محدثین کے اثرات

(i) مسلم اہل علم پر محدثین کے اثرات

محدثین کے اصولِ نقد سے متاثر ہو کر اہل علم نے دو جہتوں پر کام کیا۔ ہم ان کو اقدامی اور دفاعی پہلوؤں سے تعبیر کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(i) محدثین کی طرز پر تحقیقات

(ii) مستشرقین اور منکرین حدیث کا رد

1۔ محدثین کی طرز پر تحقیقات

محدثانہ طرز تحقیق کا ایک پہلو جسے ہم نے اقدامی کا نام دیا ہے یہ تھا کہ اس نے اسلامی تحقیقات کے دوسرے پہلوؤں جیسے تفسیر، سیرت، تاریخ اور دیگر علوم کو بھی اپنے رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ تمام علوم جن کا مدار وانحصار نقل و روایت اور اسناد پر ہے۔ ان سب کا تعلق حدیث نبوی ہی سے تھا اس لیے کہ ان سب کو رواۃ حفاظ کے حافظہ میں جگہ ملی تھی۔

رفتہ رفتہ یہ جزوی علوم اپنے نام اور موضوعات کے اعتبار سے حدیث سے جدا ہوتے گئے جنہوں نے آگے چل کر الگ الگ مستقل علوم کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ تمام علوم چونکہ ابتداءً حدیث سے ہی پھوٹے تھے اس لیے ان سب پر محدثانہ طرز تحقیق کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ چند علوم کا تذکرہ ذیل میں بطور مثال کیا گیا ہے۔

(i) کتب تفاسیر اور اثرات محدثین

کتب تفاسیر کے عہد بہ عہد ارتقاء کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح یہ شعبہ محدثین کے طرز تحقیق کے مطابق ڈھلتا چلا گیا۔ عہد صحابہ میں اسلام کے دو ماخذ تھے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ کی ذات گرامی! چنانچہ صحابہ کرام سے جو تفسیریں منقول ہیں ایک تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسری تفسیر ابن کعب رضی اللہ عنہ ان کا بیشتر حصہ قرآن کے مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح سے تعلق رکھتا ہے یا آیات احکام سے متعلق کوئی حدیث انہیں معلوم ہوتی تو وہی ان آیات کی توضیح و تشریح میں بیان کر دیا کرتے تھے۔ عہد تابعین میں مختلف فرقے معرض وجود میں آ چکے تھے۔ نت نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔

وضع حدیث کا فتنہ شروع ہو چکا تھا۔ تفاسیر میں بھی اسرائیلیات بیان ہونے لگیں[5]۔ تابعین حضرات علم حدیث کی طرح علم تفسیر بھی صحابہ کرام ہی سے حاصل کرتے تھے۔ تاہم وہ صرف منقول پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ نظر واستدلال اور اجتہاد و استنباط کی رائیں بھی اختیار کرتے تھے۔[6] تبع تابعین کے بعد تفسیر نویسی حدیث نبوی سے الگ ہو گئی لیکن عام طور پر جو مفسرین تھے وہ محدثین میں بھی شمار ہوتے تھے جیسے محمد بن یزید ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ)، محمد ابن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ)، ابو بکر بن منذر النیشاپوری (م ۳۱۸ھ) اور امام حاکم (م ۴۰۵ھ) وغیرہ۔[7] یہ زمانہ علوم حدیث کے بھرپور ارتقا اور عروج کا زمانہ تھا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں اکثر تصانیف بالماثور کہلاتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

یہ تمام (مذکورہ بالا) تفاسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی طرف مسند ہیں اور ان میں ماثور تفسیر سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں ہے سوائے ابن جریر طبری کے کہ انھوں نے اقوال ذکر کرکے ان کی توجیہ کی ہے اور کسی قول کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی ہے[8]۔ یہاں ہی سے تفسیری اسالیب و مناہج یا تفسیری رجحانات اپنے ترقی پذیر مراحل طے کرنے کے بعد ترقی یافتہ مراحل میں داخل ہوئے اور نتیجہ کے طور پر کئی اسالیب سامنے آئے۔ یہ وہ دور تھا جس میں اکثر محدثین اس کوشش میں لگے تھے کہ زیادہ سے زیادہ احادیث کو لکھ کر محفوظ کر لیا جائے کہیں وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہیں یا نہیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک دفعہ سب جمع ہو جائیں بعد میں صحیح اور غیر صحیح کو الگ کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس رجحان کا واضح اثر مفسرین پر بھی نظر آتا ہے۔انھوں نے بھی بغیر سند کی تحقیق و تفتیش کیے اپنی کتب میں زیادہ سے زیادہ روایات اور معلومات جمع کرنے کی طرف توجہ دی۔ بلکہ بلا اسناد بھی بہت سی روایات کتب تفاسیر کا حصہ بن گئیں۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:-

"منقول (ماثور) تفسیر کے بارے میں متقدمین نے تمام باتوں کو جمع کرکے محفوظ کر دیا۔ مگر ان کی کتب اور منقولات رطب و یابس اور مقبول و مردود سب ہی قسم کی باتوں پر مشتمل ہیں[9]۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائی مصنفین جیسے زمخشری، رازی اور بیضاوی وغیرہ کی کتب میں ضعیف اور موضوع روایات کی کافی تعداد ہے۔ بعد والوں میں محدثین کی اقتداء میں یہ رجحان کم ہے وہ نسبتاً صحیح یا حسن روایات کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں ان میں سے بعض تو اسناد و متون پر نقد و جرح بھی کرتے ہیں، اسرائیلیات کا رد بھی ہے۔ جیسے قرطبیؒ اور خصوصاً ابن کثیر کے ہاں یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اعلیٰ پائے کے محدث بھی تھے۔

ماضی قریب میں جب احادیث کی تحقیق و تخریج کے کام میں وسعت پیدا ہوئی، روایات کی درجہ بندی (صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ) کی گئی۔ خصوصاً علامہ ناصر الدین البانی اور احمد شاکر وغیرہ علماء نے سنن اربعہ وغیرہ کی صحیح اور ضعیف روایات کو الگ الگ کرکے دو حصوں میں تقسیم کر دیا[10]۔ محدثین کے اس رجحان کے اثرات بھی کتب تفاسیر پر دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک طرف تو قدیم کتب تفاسیر کی تحقیق و تخریج کا کام ہو رہا ہے۔ جیسے تفاسیر بالماثور میں سے مشہور تفسیر ابن کثیر تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع ہو چکی ہے[11]۔اس کے ساتھ ایسی تفاسیر لکھی جا رہی ہیں جن میں احادیث کی صحت کا اہتمام کرتے ہوئے ضعیف روایات سے مکمل طور پر اجتناب کیا گیا ہے۔اردو کتب تفاسیر میں سے اس رجحان کی ابتدائی کتب میں "تیسیر القرآن" معروف ہے[12]۔ مولانا کیلانی اس کے مقدمہ میں اپنے منہج تحقیق کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

" اردو تفاسیر میں یہ پہلی تفسیر ہے جس میں تفسیر کے لیے سب سے زیادہ قرآن ہی کی دیگر آیات اور صحیح احادیث پر اعتماد کیا گیا ہے۔ تمام احادیث صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی لائی گئی ہیں۔ اسّی فیصد احادیث بخاری اور مسلم سے ہیں۔ شانِ نزول سے متعلق جو حدیث بھی صحیح درجہ کی مل سکی ہے وہ درج کر دی گئی ہے۔ اوسطاً ہر صفحہ پر تین یا چار احادیث حدیث رسول کے متوالوں کی پیاس بجھائیں گی۔ یہ احادیث سند، متن اور حوالہ کے التزام کے ساتھ درج کی گئی ہیں[13]۔"

اس کے علاوہ " احسن البیان[14] "اور" دعوۃ القرآن[15] " بھی اسی طرز تحقیق پر لکھی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ علم تفسیر پر محدثین کے طرز تحقیق کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ہم اس بحث کو دکتور صبحی صالح کے اس تبصرہ پر ختم کرتے ہیں:

"خلاصہ کلام! مفسرین نے امکانی حد تک حدیث کے پختہ و مستحکم فن سے اخذ و احتجاج کیا اور تفسیر کے ناپختہ علم کی تکمیل میں اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ (علم تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے استحکام کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لیے کہ کلامِ باری سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس میں لا تعداد تأویلات کا احتمال باقی رہے گا۔ اصحاب تفسیر خود اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ انہیں کلامِ خداوندی کے مفہوم کا کچھ علم نہیں ہے) جس طرح فقہاء نے حدیث سے احتجاج کیا تھا اس طرح فقہاء اور مفسرین، محدثین کرام کے نقش قدم پر چلنے لگے اور فقہ و تفسیر میں علم حدیث کی گہری چھاپ لگ گئی[16]۔"

(ii) سیرت نگاری اور اثرات محدثین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر جو کتابیں اسلام کے اولین دور میں سامنے آئیں انہیں " مغازی" کے نام سے ضبط تحریر میں لایا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں صدر اوّل کی ایک معتبر ترین کتاب امام ابن اسحاق کی " مغازی" ہے جو بعد میں " سیرت ابن اسحاق" کے نام سے معروف ہوئی۔ ابن اسحاق کو " امام المغازی" کہا جاتا ہے اور یہ نام اور مقام انہیں اس لیے ملا کہ سیرت پر ان کی کتاب کا درجہ علماء کے ہاں معتبر اور مسلمہ ہے۔ سیرت پر صدر اوّل کی ایک اور معتبر ترین کتاب موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۰ھ) کی ہے۔ امام زہری کے شاگرد اور ثقہ محدث تھے۔ امام مالک نے اس کتاب کو مغازی کی تمام کتب میں صحیح ترین قرار دیا ہے[17]۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی (م ۲۳۰ھ) نہایت ثقہ اور معتمد مؤرخ ہے۔ اگرچہ اس کا استاد واقدی ضعیف الروایۃ ہے لیکن خود اس کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں، اس نے ایک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت بسط و

تفصیل سے دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر بہ سند صحیح لکھا ہے۔ یہ کتاب طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے[18]۔

یہ تصانیف جس زمانے کی ہیں وہ قدماء کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ تمام واقعات احادیث کی طرح بسند متصل نقل کرتے تھے۔ متاخرین نے یہ التزام نہ کیا۔ کتب تفاسیر کی طرح انھوں نے بھی زیادہ توجہ اس طرف رکھی کہ زیادہ سے زیادہ معلومات اپنی کتب میں جمع کر دیں۔

''بلاشبہ مؤرخین محدثین کے منہج سے ہٹ کر خبر کی صداقت کو پرکھنے کے لیے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیتے ہیں اور اپنی اس ذمہ داری کو اسانید کی روایات میں مذکور راویوں پر ڈال دینے پر اکتفا کر لینا اور اسے آج کے مسلمان مؤرخ پر ڈال دینا بڑا بوجھ ہے کیونکہ صحیح روایات کے فہم کے بعد اور محدثین کے منہج کی تطبیق تک رسائی بڑی محنت کی محتاج ہے آج کل کے مؤرخین کے لیے یہ کام اتنا سہل نہیں جتنا اپنے تبحر علمی کی وجہ سے خلیفہ بن خیاط یا طبری جیسے لوگوں کے لیے آسان تھا کیونکہ وہ محدثین کے منہج کی روایات اور ان کے باہمی امتیاز کے طریقوں کو سمجھتے تھے۔ بہر حال ہم پہلے مؤرخین کے حق اور ان کی فضیلت کو نہیں گھٹاتے، انھوں نے ہمارے لیے اسانید کا اولین مواد جمع کر دیا تھا جو ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم ان پر کوئی حکم لگا سکیں خواہ جہد و مشقت کے بعد ہی ہو[19]۔''

اس دور کی کتب سیرت حجم میں بہت بڑی بڑی ہیں لیکن ان میں صحیح، ضعیف اور موضوع روایات سمیت ہر رطب و یابس جمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات وہ باتیں بھی قبول کر لی گئیں جو اصول دین سے متصادم اور معقول کے دائرے سے ہی خارج ہیں۔

دکتور اکرم ضیاالعمری لکھتے ہیں:

''لیکن تاریخی حقیقت کا اعتراف ناگزیر ہے اور وہ یہ کہ ابتدائی تین صدیوں میں مؤرخین کی مساعی روایات کو جمع کرنے اور کتابوں میں ان کی تدوین و تصنیف پر مرکوز رہی ہیں۔ استناد کے ساتھ ساتھ متاخر مؤرخین اور ان کے قدیم مصادر کے مابین مقابلہ اس صورت حال کو واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بعد والا پہلے والے کے ایک مجموعہ روایات کو ساقط کر دیتا ہے۔ جس طرح ابن ہشام نے ابن اسحاق کے ساتھ کیا اور طبری نے اپنے ابتدائی مصادر کے ساتھ کیا[20]۔''

اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ اس دور کے تمام سیرت نگاروں کی تصنیفات ایسی روایات پر مشتمل ہیں جن کا زیادہ تر حصہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ بلاشبہ وہ سیرت نگار جو محدثین میں بھی شمار ہوتے ہیں ان کی کتب پر محدثین کے طرز نقد کے واضح اثرات محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ ''السيرة النبوية '' لابن هشام اور '' السيرة النبوية''

لابن کثیر اس کی واضح مثالیں ہیں۔ بلکہ بعض بڑے محدثین مثلاً حافظ ابن سید الناس اپنی کتاب" عیون الاثر فی المغازی والشمائل والسیر" اور امام ذہبی اپنی کتاب" تاریخ الاسلام" میں جب انھوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تو کتب ستہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ پر انحصار کیا۔ اگرچہ یہ مکمل طور پر سیرت و تاریخ کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہو سکے[21]۔

عہد حاضر میں سیرت نگار تیزی سے محدثین کے منہج تحقیق کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اب ایسی کتب سیرت تیزی سے مقبول ہو رہی ہیں جن میں تمام روایات کی صحت کا اہتمام کیا گیا ہو۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی سیرت کے موضوع پر مشہور زمانہ کتاب"الرحیق المختوم" میں محدثانہ اصولِ نقد پر پوری اترنے والی روایات کا اہتمام دیکھا جاسکتا ہے۔

عرب علماء میں سے دکتور ابراہیم العلی نے سیرت کے موضوع پر قلم اٹھایا تو صحیح اور حسن احادیث لانے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ کی اہم ترین کتاب دکتور اکرم ضیاء العمری کی" السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ" ہے[22]۔ کتاب کے مقدمہ میں وہ اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ مطالعہ جسے میں پیش کر رہا ہوں محض خواہشات اور آرزوؤں کا مظہر نہیں بلکہ یہ تاریخی روایات کی تنقید میں محدثین کے طریق کار سے فائدہ حاصل کرنے کی سعی ہے اور اس تحقیق میں سلسلہ ہائے روایت نیز راویوں پر نقد و نظر کی طرف اسانید اور راویوں پر تنقید کے ساتھ ساتھ متن پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ خاص طور پر ان روایات کے عظیم مجموعے سے چھان پھٹک کے دوران جنہیں سیرت کے موضوع پر قدیم مؤرخین نے مدوّن کیا ہے۔ کیونکہ ان روایات پر اعتماد کرنا جنہیں بعض مواقع پر قدیم ناقدین فن نے صحیح قرار دیا ہے یا ان روایات کی تصحیح یا تضعیف میں ان کے طریق کار سے استفادہ کرنا جن پر انھوں نے کوئی حکم صادر نہیں کیا، اس تحقیقی مقالے کا اہم ترین ہدف ہے، تاکہ ہماری یہ بحث قاری کے اندر اعتماد پیدا کر سکے اور سیرت کے بارے میں درست ترین تصور پیش کر سکے۔

وہ روایات جنہیں میں نے نظر انداز کیا ہے، ان میں اخلاقی اور دینی مؤثر معنی، ظاہر ہوتے ہیں لیکن چونکہ وہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچیں لہٰذا میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحیح اور حسن روایات پر اعتماد سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی وسعتوں کی وضاحت کے لیے کافی ہے اور ضعیف روایات کی ضرورت باقی نہیں رہتی[23]۔"

"اٹلس سیرت نبوی" از دکتور شوقی ابو خلیل اور اردو میں مولانا امیر حمزہ کی"سیرت کے سچے موتی" وغیرہ اسی منہج کے مطابق لکھی گئی ہیں۔ نہ صرف سیرت نبوی بلکہ سیرت صحابہ پر بھی بعض مشاہیر نے محدثانہ اصول

تحقیق کے اہتمام کا التزام کرتے ہوئے قلم اٹھایا ہے۔اس سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی کی ''الفاروق'' اور سید سلیمان ندوی کی ''سیرت عائشہ'' قابل ذکر ہیں۔ سید سلیمان ندوی کتاب کے آغاز میں اپنے منہج کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''سوانح عمریوں کے لیے عموماً تاریخ کی کتابیں کارآمد ہوتی ہیں، لیکن اس وقت جس زمانہ کے واقعات لکھنا ہیں اس کی تاریخ صرف حدیث کی کتابیں ہیں۔ یہ تمام ذخیرہ در حقیقت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنین اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی مقدس زندگیوں کی عملی تاریخ ہے۔اس بناء پر میری معلومات کا ماخذ صرف احادیث کی کتابیں ہیں۔ جوامع، مسانید اور سنن سے عموما اور کہیں کہیں اسماء الرجال کی کتابوں مثلاً طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، تہذیب ابن حجر وغیرہ اور فتح الباری، قسطلانی، نووی وغیرہ شروحِ احادیث سے بھی مدد لی گئی ہے۔ عام تاریخ کی کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ جنگ جمل کے متعلق بلاشبہ مجبوری تھی کہ اس کا مفصل تذکرہ احادیث میں نہیں، اس لیے اس باب میں زیادہ تر طبری پر اعتماد کیا گیا ہے۔

حدیث کی کتابوں میں زیادہ تر صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میرے پیش نظر رہی ہیں۔ان کتابوں کا ایک ایک حرف میں نے پڑھا۔ مسند کی چھٹی جلد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرویات میں ان کے حالات کثرت سے ملے،اس کتاب کے ماخذوں میں سب سے نادر کتاب حاکم کی مستدرک اور سیوطی کی ''**عین الاصابہ فی استدراک عائشہ علی الصحابہ**'' ہے۔ عین الاصابہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں، جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاصرین کی غلطیاں یا غلط فہمیاں ظاہر کی ہیں[24]۔''

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی کی ''**الصادق الامین**'' بھی دور جدید میں منہج محدثین پر لکھے جانے والی کتب سیرت میں بہترین اضافہ ہے۔انہوں نے اپنی کتاب کے ماخذ و مصادر بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کو مصدر اول اور حدیث نبوی کو مصدر ثانی مقرر کیا ہے۔ پھر اس اصول کی عملا پابندی کرتے ہوئے 736 صفحات پر مشتمل کتاب کے بڑے ماخذ کتب ستہ پر مشتمل ہیں۔[25]

(iii) تاریخ نویسی اور اثرات محدثین

مسلمان اس بات پر بلاشبہ فخر کر سکتے ہیں کہ فنِ روایت کے ساتھ جس قدر اعتناء انھوں نے کیا ہے، کسی قوم نے کبھی نہ کیا تھا۔انھوں نے ہر قسم کی روایات میں سند کی مسلسل جستجو کی اور راویوں کے حالات اس طرح تلاش

کر کے بہم پہنچاے کہ ان کو ایک مستقل فن بنادیا۔ یہ اہتمام اگرچہ اصل میں احادیث کے لیے شروع ہوا تھا لیکن فن تاریخ بھی اس فیض سے محروم نہ رہا۔ طبری، فتوح البلدان، طبقات ابن سعد وغیرہ میں تمام واقعات بسند متصل مذکور ہیں[26]۔

تاریخ کو بھی بعد والے زمانوں میں ایک حد تک ایسے ہی حالات وواقعات کا سامنا کرنا پڑا جن کا ہم تفسیر اور سیرت کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ ویسے بھی خصوصاً فن سیرت تاریخ کی ہی ایک شاخ ہے۔ مؤرخین کی زیادہ تر توجہ ہر قسم کی معلومات اکٹھی کرنے کی طرف ہو جانے کی وجہ سے واقعات کی صحت کا وہ اہتمام نہ ہو سکا جس کی ضرورت تھی۔ تاہم محدثین کے اصول نقد کے اثرات کی وجہ سے مسلمانوں کی تاریخ دوسری امتوں اور قوموں کی تاریخ سے بہر حال کئی درجے بہتر ہے۔ Margoliouth نے اعتراف کیا ہے کہ احادیث کے نقل وروایت میں استعمال ہونے والے طریقے تاریخ کی جانچ پڑتال میں استعمال ہوئے ہیں[27]۔ Hitti لکھتے ہیں کہ جس طرح عربوں کی تاریخ لکھی گئی یہ واحد مثال ہے جس میں اصل ماخذ تک راویان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے[28]۔ بعض مؤلفین مثلاً محمد بن اسحاق، خلیفہ بن خیاط، یعقوب بن سفیان الفسوی اور محمد بن جریر طبری نے محدث اور مؤرخ ہر دو کے اسلوب کو جمع کیا ہے اور انھوں نے بعض اوقات اسناد کی ترتیب اور واقعہ کی کیفیت کی تکمیل کی کوشش میں اسناد کو جمع کرنے یا محدثین کے طریقۂ کار کے مطابق ایسی تمام روایات کو یکجا کیا ہے جن کا تعلق ایک ہی موضوع سے ہو[29]۔

اگرچہ مستشرقین کے منہج نقد سے متاثرین اسلامی تاریخ کی از سرِ نو تحقیق کے دعویدار ہیں جس کے مطابق اسناد سے قطع نظر صرف نقدِ متن کی بنیاد پر واقعات کی صحت وضعف کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ تاہم محدثین کے متبعین کا پلڑا وزنی دکھائی دیتا ہے جن کا کہنا ہے کہ اسلامی تاریخ کی روایت میں اسناد کی تنقید میں غفلت اور متون کی تنقید پر اکتفاء ہمیں بہت سی باہم متعارض روایات کے سامنے شک میں مبتلا کر سکتا ہے، جب کہ اس کے جملہ متون عقل اور تنقید کے قواعد اور معیار سے موافق ہوتے ہیں، اور ایسا بہت سے تاریخی واقعات خصوصاً آغاز اسلام کی تاریخ سے متعلق واقعات کی تفصیلات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسناد کی تنقید میں ایک محقق کو حتمی طور پر محدثین کے طریقہ کار کو اختیار کرنا چاہیے ورنہ اسے بہت سی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا ہوگا جو حل ہو سکیں گی اور نہ ہی ان میں ترجیح قائم ہو سکے گی[30]۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ محققین، اسلامی تاریخ کی صحیح تدوین کے لیے محدثین کے قائم کردہ معیارات پر تحقیقات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے " الفاروق" میں (جو محدثین کے طریقہ پر تاریخ مرتب کرنے کی کوشش ہے) واقعات جانچنے کے دو طریقے روایت اور درایت بیان کیے ہیں۔

پہلے طریقے کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"روایت سے مراد یہ ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کے ذریعے سے بیان کیا جائے جو خود اس واقعہ میں موجود تھا(یہ امام بخاری کا منہج ہے[31])اور اس سے لے کر اخیر راوی تک سلسلہ متصل بیان کیا جائے۔اس کے ساتھ تمام راویوں کی نسبت تحقیق کی جائے کہ وہ صحیح الروایۃ اور ضابطہ تھے یا نہیں[32]۔"

''المجتمع المدنی فی عہد النبوۃ'' کے تعارف میں خالد یحییٰ بلینکن شپ، مصنف کے منہج تحقیق کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے پروفیسر اکرم ضیاء العمری نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ہر روایت کو اس کے سلسلہ رواۃ کے درجۂ استناد کی روشنی میں پرکھ کر درست ثابت کیا۔ایسا کرتے ہوئے انھوں نے سب سے پہلے ان ماخذ پر بھروسہ کیا جن کا درجہ ابتدائی دور کے مسلمانوں کی نگاہ میں بلند تھا، جیسے بخاری اور مسلم۔کیونکہ ان کی روایت کردہ احادیث عموماً صحیح قرار دی گئی ہیں۔ خصوصاً صحیح بخاری وہ کتاب ہے جس کا معتدبہ حصہ تاریخی روایات بطور خاص مغازی پر مشتمل ہے۔اکرم ضیاء العمری اس بات پر ہی اکتفاء نہیں کرتے۔بلکہ وہ احادیث کے دیگر مجموعوں اور تاریخی تصنیفات سے بھی معلومات لیتے ہیں۔ان کی روایات کو پرکھنے کے لیے مصنف نے قرون اولیٰ کی ان کتابوں سے مدد لی ہے جن میں احادیث کے راویوں کی درجہ بندی کی گئی ہے۔وہ رجال کی کتابوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں[33]۔"

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ محدثین کے اصول، مورخین کی نسبت انتہائی سخت ہیں۔اگر ان اصولوں میں کسی قسم کی نرمی کئے بغیر تاریخ اسلام مرتب کرنے کی کوشش کی جائے تو ان شرائط پر پورا اترنے والی روایات تاریخ کے مختلف ادوار کا احاطہ کرنے کے لیے ناکافی ہوں گی۔اس لیے جو علماء محدثین کا طرز تحقیق اپنانے کے دعویدار ہیں وہ بھی اس میں نرمی اختیار کرنے کے حق میں ہیں[34]۔

(iv) علم فقہ اور اثرات محدثین

محدثین نے روایات کو جمع کیا اور فقہاء نے ان روایات سے مسائل کا استنباط کیا۔اس لیے محدثین اور فقہاء میں ایک خاص تعلق بھی ہے اور یک گونہ فرق بھی ہے۔علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث اور فقہ کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

،،علم الحدیث کے کچھ طبقات ہیں اور اس میں فن کاروں کے کچھ مراتب ہیں۔ایک درجہ چھلکے اور سیپی کا ہے اور دوسرا مغز اور موتی کا ہے۔علماء نے دونوں کی خدمت کی ہے۔علم حدیث میں چھلکے اور سیپی کے درجے کی چیز حدیثوں کی صحت و ضعف اور غرابت و شہرت کی حد تک جاننا ہے۔یہ خدمت محدثین نے سرانجام دی ہے۔علم

حدیث کا ہی ایک فن یہ بھی ہے کہ اس کے معنی شرعیہ کو سمجھا جائے۔۔۔۔۔ حدیث کا یہ فن موتی اور مغز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس فن کی خدمت کرنے والے فقہاء اور مجتہدین ہیں۔،،[35]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کے کام کی بنیاد ہی محدثین کے فراہم کردہ مواد پر ہے۔ فقہ کا ایک بڑا حصہ در حقیقت حدیث کا ہی نتیجہ ہے کیونکہ حدیث نبوی فقہ اسلامی کے بنیادی اور اہم ترین ماخذ مین سے ایک ہے۔ سنت سے استنباط مسائل میں فقہاء کے مناہج میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی متعدد وجوہات ہیں۔ یہی اختلاف فقہاء کے اجتہادات میں تنوع کا سبب ہے۔ فقہاء کے اختلاف کی بڑی وجوہات میں سے ایک اہم یہ ہے کہ کسی فقیہ کو ایک روایت پہنچتی ہے تو کسی کو دوسری، کوئی ایک حدیث کو صحیح اور دوسری کو ضعیف قرار دیتا ہے تو دوسرا اس کے برعکس موقف کا حامی ہے۔ حجاز مقدس اور ایسے علاقے جہاں محدثین بکثرت علم حدیث کی اشاعت و تعلیم میں مصروف رہے ان علاقوں میں کام کرنے والے فقہاء کو نسبتاً کم مسائل میں قیاس اور اجتہاد سے کام لینا پڑا اور ان کا مذہب اھل الحدیث کہلایا۔ اس کے برخلاف وہ فقہاء جنہوں نے عراق اور شام کے مرکز سے دور دراز علاقوں میں اپنی فقہ مرتب کی ان کو اہل الرائے کا لقب ملا۔ محدثین نے وضع حدیث کے مقابل حدیث کی صحت و ضعف کو جانچنے کے اصول مقرر کیے تو فقہاء نے انہیں اصولوں کی بنیاد پر احادیث سے مسائل کے استنباط کی راہ ہموار کی۔ محدثین نے حدیث صحیح کے لیے پانچ شرائط مقرر کیں۔ وہ حدیث جس کے تمام راوی عادل، کامل الضبط ہوں، اس کی سند متصل ہو، وہ شاذ نہ ہو، اور اس میں علت نہ ہو۔[36]

اس تعریف کی رو سے وہ حدیث جس کی سند میں انقطاع ہو محدثین کے ہاں ضعیف کہلاتی ہے۔ لہٰذا محدثین نے حدیث مرسل کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔ شروع میں بعض فقہاء مرسل کو حجت مانتے تھے۔ یہاں تک کہ امام شافعی آئے اور انہوں نے مرسل کی حجت پر کلام کیا۔ بعد میں امام احمد نے ان کی پیروی کی۔[37] اسی طرح راوی کے کذب کی وجہ سے فقہاء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال عبداللہ بن مسعود سے مروی حدیث ہے۔

"من نسی مسح الراس، فذکر وھو یصلی فوجد فی لحیته بللافیاخذ منه ولیمسح به راسه، فان ذٰلک یجزئه، وان لم یجد بللافلیعد الوضوء والصلوٰة،،[38]

،، جو سر کا مسح کرنا بھول گیا اور اسے نماز کے دوران یاد آیا، اگر وہ اپنی داڑھی میں تری پاتا ہے تو اس سے پانی لے کر سر کا مسح کر لے، تو یہ اس کو کافی ہے، اور اگر تری نہ پائے تو دوبارہ وضوء کرے اور نماز دہرائے۔،،

اس حدیث کی سند میں موجود ایک راوی نھشل بن سعد جمہور محدثین کے ہاں کذاب راوی ہے۔ جن فقہاء کے ہاں یہ راوی کذاب نہیں ہے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ استعمال شدہ پانی بھی مطہر ہے۔ یہ

موقف امام اوزاعی، امام مالک اور امام شافعی کے قدیم قول کے مطابق منقول ہے۔[39] لیکن جمہور کے ہاں راوی کی عدالت میں طعن کے سبب یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ایک قول کے مطابق امام احمد کا یہ قول ہے۔[40] اس کے برعکس انہوں نے ایک دوسری صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا يبولن احدكم فى الماءالدائم الذى لا يجرى ثم يغتسل منه [41]

تم میں سے کوئی ہر گز کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، جو بہہ نہ رہا ہو، کہ پھر اس میں نہائے۔

مندرجہ بالا بحث سے عیاں ہے کہ محدثین نے صحیح اور غیر صحیح دونوں طرح کی احادیث جمع کر دیں۔ اور ان کی تنقید کے اصول بھی مقرر کر دئے۔ بلکہ ان کو صحیح، حسن اور ضعیف متعدد درجات میں تقسیم کر دیا۔ محدثین کے قائم کردہ انہیں اصولوں کی بنیاد پر فقہاء نے فقہ کی عمارت کی بنیاد اٹھائی۔ احادیث پر حکم لگانے میں محدثین کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے اختلاف نے اخذ مسائل میں فقہاء کے مذاہب پر انمٹ اثرات مرتب کیے ہیں۔ الغرض اس فن کی چونکہ بنیاد ہی خالصتاً حدیث پر تھی لہٰذا یہ شعبہ محدثین کے کام سے از حد متاثر ہوا اور یہ بالکل فطری چیز تھی۔

(v) دیگر علوم اور اثرات محدثین

محدثین کے قائم کردہ اصول ایسے بے مثال اور بہترین تھے کہ انھوں نے تقریباً تمام اہم علوم پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ تفسیر، سیرت اور تاریخ کے علاوہ فقہ، نحو، جغرافیہ اور ادب وغیرہ تک یہ اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ منطقی بات ہے کہ جو علوم اس کے جتنا قریب تھے ان پر اثرات بھی اتنے گہرے ہیں جن کا تعلق کم تھا ان پر اثرات بھی محدود ہیں۔

ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی لکھتے ہیں:

"-The system of Isnad however, being introduced into Arabic literature in connection with individual traditions and their collections was extended by the Arabic authors to many other branches of it e.g. geography, history, fiction etc[42]."

"تاہم نظام اسناد، جو عربی ادب میں انفرادی روایات اور ان کے مجموعہ جات کے لیے متعارف کروایا گیا تھا، عرب مصنفین نے اسے متعدد دوسری شاخوں مثلاً جغرافیہ، تاریخ اور افسانہ تک وسعت دے دی۔"

حدیث نبوی کے مختلف علوم پر اثرات کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے دکتور صبحی صالح لکھتے ہیں:

"اسلام میں جو بھی فکری انقلاب بپا ہوا وہ علم حدیث سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ خواہ یہ تاثر ان وصیتوں، حکمتوں یا ان تعلیمات کے نتیجے میں ہو جو نبوت کے ورثہ میں ہمیں ملیں یا حدیث کے طریق واداو تحمل، شروط روایت و رواۃ، معیار نقد و جرح، اسلوب تصنیف و تخریج اور مقیاس موازنہ و ترجیح کے زیر اثر[43]۔"

فن حدیث ابتداء سے لے کر آج تک دیگر تمام علوم پر فائق ہے۔ اس کے علوم کی وسعت، اصطلاحات کی کثرت، التزام سند کی شدت، جرح و تعدیل اور اسناد و متون کی تحقیق کے اصولوں کا کوئی شعبہ مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ جس استنادی وثوق کے ساتھ آج یہ موجود ہے اور جس طرح بعد از تحقیق دقیق صحت و ضعف کے متعدد درجات میں منقسم ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی آج بھی تمام علوم اس سے پیچھے ہیں اور یہ ان پر اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔

2۔ منکرین حدیث کے شکوک و شبہات کا رد

مسلم علماء پر محدثین کے اثرات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انھوں نے مستشرقین اور ان سے متاثر ہو کر انکار حدیث کرنے والے[44] مسلم اہل قلم کا خوب محاکمہ کیا اور ان کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کے جوابات دیئے۔ منکرین حدیث کے رد میں تحریر کردہ چیدہ چیدہ کتب کی فہرست سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ محدثین کے روحانی فرزند اس فتنے سے غافل نہیں رہے بلکہ " فتنہ انکار حدیث" کے شروع ہوتے ہی ان کے اندر منکرین حدیث کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی۔

علماء اور محققین نے اس موضوع پر سینکڑوں کتب کا انبار لگا دیا[45]۔ دینی رسائل میں " حجیت حدیث نمبرز" شائع ہوئے۔ مختلف رسائل میں حجیت حدیث پر بکثرت تحقیقی مقالہ جات لکھے گئے۔ قلمی کاوشوں کے ساتھ ساتھ دینی اجتماعات میں فتنۂ انکارِ حدیث کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔ منکرین حدیث سے مناظرے کیے۔ جیسے جیسے منکرین حدیث آگے بڑھتے گئے اور نئے نئے شبہات پیش کرتے گئے علمائے حدیث بھی حجیت حدیث پر مدلل اور وزنی دلائل لاتے گئے۔ منکرین حدیث نے اپنے مشن کو باقاعدگی اور مقرر پروگرام کے تحت آگے بڑھایا ان کو اپنے مرشدین (مستشرقین) کی فکری حمایت کے ساتھ ساتھ ان سے متاثر ہونے والے امراء و صاحب اقتدار طبقہ کی مالی اور حکومتی تائید بھی میسر تھی۔ مگر اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود یہ منکرین انحطاط کا شکار ہوتے گئے۔

حافظ محمد گوندلوی کے الفاظ ہیں:

"دور حاضر کے معتزلہ اور یورپ زدہ مدعیان علم و تحقیق بھی حکومتی حمایت کے بل بوتے پر عوامی سطح پر رقص تو کر سکتے ہیں۔ بگڑے ہوؤں کو مزید بگاڑ سکتے ہیں۔ مگر اہل ایمان کے دلوں میں جگہ نہیں بنا سکتے اللہ کی بجائے چڑھتے

سورج کے یہ پجاری غروب آفتاب کے ساتھ ہی غرق آب ہو جائیں گے۔ پھر ان کے جان لیوا تو بہت ہوں گے مگر نام لیوا کوئی نہیں ہو گا[46]۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی سنت کے دفاع میں کچھ درویش صفت مولویوں اور اساتذہ کو کھڑا کر دیا جنہوں نے ناز و نعمت میں پلے اور انگریزوں کے وظیفہ خور منکرین کے اعتراضات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ یہ فتنہ اب اپنی آب و تاب کھو چکا ہے۔ منکرین کو ہر میدان میں منہ کی کھانی پڑی ہے اور وہ معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ وللہ الحمد والتوفیق۔

2۔ مستشرقین پر محدثین کے اثرات

محدثین کی جہود و مساعی ایسی بے مثال اور ان کا طرزِ نقد و تحقیق ایسا باکمال تھا کہ اس کے اثرات نہ صرف مسلم اہل علم بلکہ مستشرقین کی ایک جماعت پر بھی مرتب ہوئے۔

ہم ان کو دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

کچھ مستشرقین نے چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے بھی محدثین کے بے مثال کارناموں اور کاوشوں میں سے بعض کا اعتراف کیا ہے۔ ان میں سے کچھ متعصب ہیں جن کی زبان و قلم سے شاذ و نادر ہی کوئی ایسی بات صادر ہوئی ہے۔ لیکن وہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اسے ماننے بغیر اسے کوئی چارہ نہیں رہا۔ جیسے جرمن مستشرق Sprenger احادیث طیبہ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے میں Goldziher کا بھی استاد ہے۔ اپنی اسلام دشمنی کے باوجود وہ "الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" کے مقدمے میں محدثین کے ہاں تحقیق حدیث میں استعمال ہونے والے عظیم ترین فن "اسماء الرجال" کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکا[47]۔ Hitti نے جہاں احادیث کے متعلق دوسرے مستشرقین کے افکار و آراء کی تائید کی ہے وہاں اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑا ہے کہ:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات، طریقہ کار، اقوال، افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کی تبیین اور تفسیر کرتی اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث، قرآن کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے، ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا[48]۔"

اس عبارت میں Hitti نے محدثین کے نقطۂ نظر کو تسلیم کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کا واضح اقرار کیا ہے۔

(i) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے اقوال کی تشریعی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔

(ii) محدثین کے بیان کردہ، سنت کے اصطلاحی مفہوم کو تسلیم کیا ہے۔

(iii) احادیث کو قرآن کے بیان اور تفسیر کے طور پر استعمال ہونے کو تسلیم کیا ہے۔

(iv) ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرار کیا ہے۔

(v) اس دور میں احادیث کو جمع کیا گیا، ان کی جانچ پڑتال کی گئی اور انہیں محفوظ کیا گیا۔

یہ تمام باتیں حدیث کی اہمیت اور اس کی حفاظت میں کی جانے والی محدثین کی کوششوں کا اعتراف ہیں۔

Dozy[49] William Muir[50] Johann Fueck[51] اور AloysSprenger[52] محدثین کے نقد سند کے اصولوں کی اہمیت کے قائل ہیں۔ HaraldMotzki[53] اور Jonathan A.C Brown[54] نے اعتراف کیا ہے کہ محدثین کے نقدِ روایات کے اصول سند اور متن دونوں کو شامل ہیں۔ حدیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت سے متعلق محدثین کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے Maurice Bucaille لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquires which are always very taxing before recording accounts of past events. They nevertheless had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This is illustrated by the fact that for all of the prophet's sayings. The most venerable collections always bear the names ofthose responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions.[55]"

"جن لوگوں نے احادیث طیبہ کو مجموعوں میں مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا، انھوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کیے، جن کو تاریخی واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔ اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں، ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرام یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔"

مستشرقین میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے محدثین سے متاثر ہو کر نہ صرف ان کے اصولوں اور تحقیقات کی تعریف کی بلکہ اصول حدیث میں کیڑے نکالنے اور محدثین کو مطعون کرنے والے مستشرقین پر تنقید کی۔ ان کے اعتراضات کا رد کیا اور محدثین کی تحقیقات کی توثیق کی۔ مثلاً J.W.Fueck[56] نے علم حدیث کی

خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ نقدِ روایات کے اصول فطری اور انتہائی متوازن بنیادوں پر قائم ہیں۔ HaraldMotzki نے مصنف عبدالرزاق کے تفصیلی نقد و جائزے سے ثابت کیا ہے کہ اسناد میں موجود راویان اور ان کی روایات بالکل منطقی اور فطری ہیں۔ نیز راویوں کی جرح و تعدیل سے روایات کی چھان پھٹک کرنے کا عمل جانچ پڑتال کا قابل ذکر طریقہ ہے[57]۔ Nabia Abbott نے اپنی کتاب " Studies in Arabic literary Papyri II Quranic Commentary and Tradition" میں کہا ہے کہ احادیث نبوی کی صحابہ سے روایت کے واضح ثبوت موجود ہیں اور انہیں ہر قدم پر انتہائی دیانت داری سے پڑتال کر کے آگے منتقل کیا گیا ہے[58]۔

خلاصۂ بحث

محدثین نے احادیث نبویہ کو محفوظ کرنے کی غرض سے جس بے نظیر فن کا آغاز کیا۔ بلاشبہ وہ تاریخ میں ایک عجوبہ ہے۔ حفاظتِ حدیث کی غرض سے معرض وجود میں آنے والے یہ علوم بقیہ تمام علوم پر ایسے فائق ہیں کہ کوئی قابل ذکر شعبہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا البتہ یہ تاثر قوت و ضعف اور عمق و وسعت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے۔

محدثین کے علوم کی عظمت کے قائل مسلم اہل علم نے دو طرح سے کام کیا ایک تو محدثین کی طرز پر تحقیقات کا آغاز کیا جو تفسیر، سیرت، فقہ، تاریخ، نحو، ادب اور جغرافیہ سمیت کئی دیگر اہم علوم کو شامل ہیں۔ ان تمام علوم میں علماء نے حدیث کے پختہ اور مستحکم فن سے اخذ و احتجاج کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام علوم پر علم حدیث کی گہری چھاپ آج بھی دکھائی دیتی ہے۔ محدثین کے طرز تحقیق پر کتب تفاسیر، سیرت اور تاریخ مرتب کی گئی ہیں۔ اگرچہ محدثین کے اصول بہت سخت ہیں تاہم ان اصولوں میں نرمی کر کے باقی علوم کی استنادی حیثیت بہتر بنانے میں مدد ملی ہے۔

محدثین کے اثرات کی وجہ سے مسلمان علماء نے مستشرقین اور منکرین حدیث کے رد میں وسیع ذخیرہ مہیا کیا ہے۔ جس میں حدیث کی حجیت و اہمیت کے ساتھ منکرین حدیث کے دلائل کا علمی رد بھی کیا گیا ہے۔ برصغیر انکارِ حدیث کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہاں کافی کام ہوا ہے۔ دینی رسائل میں تحقیقی مضامین کے ساتھ حجیت حدیث پر خصوصی شمارے اس سلسلے کی اہم کاوش ہیں۔ عرب علماء نے بھی اس فتنے کے رد میں بہترین کتب لکھی ہیں۔ ان کاوشوں کی وجہ

سے یہ فتنہ اپنی آب وتاب کھو چکا ہے۔ محدثین کی تحقیقات کے اثرات مستشرقین پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔Fueck، HaraldMotzkiاور Nabia Abbott کی تحقیقات اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

حوالہ جات

[1]۔ سیوطی ، جلال الدین،عبد الرحمٰن بن ابی بکر،تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی،دار الکتب العلمیہ،بیروت ،لبنان،۹۷۹ ء،ص ۲۲۔

2- ایضاً

3- النور،۲۴: ۴۰

4- صبحی صالح،الدکتور،علوم الحدیث، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، فیصل آباد، ۲۰۰۴ء، ص۴۰۶، ۴۰۷

5- ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، علامہ، مقدمۃ ابن خلدون، موسسۃ العلمی، بیروت ص۴۴۰، ۴۳۹؛ ذہبی، محمد حسین، ڈاکٹر، التفسیر والمفسرون، مکتبۃ وھبۃ، ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء ۱/ ۱۳۱

6- ابن تیمیہ، تقیی الدین، علامہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، نشر السنۃ، لاہور، ص۸، ۷

7- ذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون ا/ ۱۴۴

8- ایضاً، ا/ ۱۴۴

9- ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، ص۴۹۰، ۴۹۱

10- ناصر الدین البانی نے الادب المفرد للامام بخاری، الترغیب والترھیب، الجامع الصغیر وزیادتہ اور سنن اربعۃ (ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) کو دو الگ الگ کتب صحیح اور ضعیف میں تقسیم کر دیا ہے۔

11- تفسیر ابن کثیر، مولانا محمد جوناگڑھی کے اردو ترجمہ، کامران طاہر کی تخریج اور حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ اسلامیہ سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

12- کیلانی، عتیق الرحمن، حافظ، تیسیر القرآن، دار السلام، لاہور۔

13- ایضاً، مقدمہ

14- یوسف، صلاح الدین، حافظ، احسن البیان، دار السلام، لاہور

15- خالد، سیف اللہ، دعوۃ القرآن، دار الاندلس، لاہور

16- صبحی صالح، علوم الحدیث، ص۴۰۷

17- الطیوریات، ۳/ ۸۵۳، ۸۵۴

18- شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۱

19- العمری، اکرم ضیاء، الدکتور، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، (مترجم) خدا بخش کلیار، نشریات، لاہور، ص۴۳

20- ایضاً، ص۱۸

21- ایضاً، ص۴۵

22- دکتور اکرم ضیاء العمری عراق کے شہر موصل کے رہنے والے ہیں، بغداد یونیورسٹی میں بیس سال تک سیرت کے استاذ رہے۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں سیرت پڑھائی۔ انھوں نے وہاں کے طلباء کو سیرت پر جو تحقیقی مقالہ جات لکھوائے ان میں محدثانہ اصول نقد کا لحاظ رکھا۔ یہ مقالہ جات چھ ہزار (۶۰۰۰) فل اسکیپ صفحات پر مشتمل تھے۔ اس پروجیکٹ کی تکمیل میں دس سال سے زیادہ عرصہ (۱۹۸۸-۱۹۷۶ء) صرف ہوا۔ یہ سیرت نبویہ سے متعلق روایات کی توثیق میں بڑی کامیابی شمار کی جاسکتی ہے۔ (السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ص۲۵)

23- العمری، اکرم ضیاء، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ص۲۱

24- ندوی، سید سلیمان، علامہ، سیرت عائشہ رضی اللہ عنھا، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۶، ص۱۸، ۱۷

25 ۔ السلفی، محمد لقمان، ڈاکٹر، الصادق الامین، مظفر گڑھ، س،ن۔

26- شبلی نعمانی، الفاروق، ص۳۱، ۳۰

27-Margoliouth, D.S, Lectures on Arabic Historians, Calcutta, 1930, p,19.

28-Hitti, Phillipp, K, The Origins of Islamic State, Columbia University,1924, p.3.

29۔ العمری، اکرم ضیاء، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ص۱۳

30- ایضاً، ص۱۴

31- امام بخاری اپنی صحیح میں زیادہ تر واقعہ میں شریک صحابی کے طریق روایت کو اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے واقعہ افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، سورۃ المنافقون کا سبب نزول زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اور سورۃ الجمعۃ کے نزول کا پس منظر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ صحیح بخاری میں اس کی کئی امثلہ ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح بخاری)

32- شبلی نعمانی، الفاروق، ص۳۰

33- العمری، اکرم ضیاء، الدکتور، مدنی معاشرہ (عہد رسالت میں)، ترجمہ عذرا نسیم فاروقی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع اول، ۲۰۰۵، ص۵

34- ایضاً (پیش لفظ)

35۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، دارالاشاعت، کراچی، 1981، جلد 1، ص 2۔

36 العراقی، عبدالرحیم بن الحسین، التقیید والایضاح، دارالفکر، 1981، ص23

37 ایضا، ص2

38 الھیثمی، نورالدین، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دارالکتاب العربی، بیروت، 1402ھ، 240/1

39 ۔ الجزائری، ابو بکر، الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1416ھ، 115/2

40 ایضا

41 ۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن البول فی الماء الراکد، ح،282

42-Siddiqui,MZubair,Dr, Hadith Literature its Origins, Development, Special Features and Criticism,Calcutta,University,1961, p19.

43- صبحی صالح، علوم الحدیث، ص ۴۱۲

44- منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات کے لیے دیکھیے ماہنامہ محدث، اشاعت خاص، فتنہ انکار حدیث، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور، اگست ستمبر ۲۰۰۲۔

45- ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے اپنے Phd مقالہ " حجیت حدیث پر برصغیر کے ادب کا تنقیدی جائزہ" شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۴ میں تقریباً ایک سو کتب کا تعارف پیش کیا ہے۔

46- گوندلوی، حافظ محمد، دوام حدیث، ام القری پبلی کیشنز، گوجرانوالہ، ۲۰۰۸، ۲/۶۶

47-Ibn e Hajr, AlIsabah (Introduction by Sprenger), Biship,s college press,Calcutta,1856.

48-Hitti, Philip k, Islam a Way of Life, Oxford University press, p42.

49-Dozy,Islamisme p2

50-Muir William, The Life of Muhammad,Edingburgh, 1923,pxlii-xlv

51-Fueck,J, The Role of Traditionalism in Islam,Studies on Islam,Oxford,1981,p113, 14

52-MotzkiHarald, Hadith Origins and Developments,Ashgate,Variorum, 2004, p, xxxiv (outline)

53- Ibid xxxiii

54-Brown, Jonathan,A.C, How we know Early Hadith Critics Did Matn Criticism and why it is so hard to find, Islamic Law and Society,15(2008) p143-184.

55-Bucaille,Mauric,The Bible, the Koran and Science,Islamic book corporation,Islamabad,1992, p259.

56-Fueck,J, The Role of Traditionalism in Islam,Studies on Islam,Oxford,1981

57 -MotzkiHarald, The Origins of Islamic Jurisprudence MeccanFiqah before the Classical Schools,translated by Marion ,H.Katz, Brill,Leiden,2002.

58-Abbott,Nabia, Studies in Arabic Literary papyriII, Quraniccommentery and Tradition, University of Chicago,1964.